جمود ... و ... فتور

تحریر:
جناب غلام سرور قریشی
ریٹائرڈ ٹیچر عباس پورہ جہلم

علم میں جمود نہیں ہے۔ یہ ایک قوتِ متحرکہ ہے جو سدا بروئے کار رہتی ہے اور عالم کو ہر لمحہ دنیائے انکشاف اور عرفان میں مصروف رکھتی ہے۔ کوئی بھی عالم، اگر طالبِ علم نہ رہے تو اس پر جہالت کے سائے پڑنے لگ جاتے ہیں۔ اسی کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان کیا جاتا ہے کہ اچھا طالب علم ہی بڑا عالم ہوتا ہے۔ طالب علم سے مراد وہی بچہ نہیں ہوتا جو کسی تعلیمی ادارے میں ایک مقررہ نصاب کی تکمیل کیلئے زیر تعلیم ہو بلکہ وہ ماہرین اور علماء بھی طالب علم ہی ہیں جو علم کی جستجو میں ہمیشہ کتب بینی میں محو رہتے ہیں اور اپنی زندگی اسی طلب و جستجو میں گزار دیتے ہیں۔ آگے چل کر یہی طالبانِ علم، اپنا حاصل علم کتابوں کی شکل میں جمع کر کے افادہ عام کیلئے شائع کراتے ہیں۔ سو کتاب بینی اور کتب نویسی یعنی خود پڑھنا اور دوسروں کے پڑھنے کیلئے مستند معلومات مہیا کرنا ایک ایسی خدمت ہے جس سے موجودہ اور آئندہ نسلِ انسانی کو علم و آگہی حاصل ہوتی ہے۔ موجودہ سکالرز، پچھلے سکالرز سے شعور و آگہی پاتے، اس میں اپنے انکشافات و تجربات شامل کرتے اور اس علمی خزانہ کو اپنے معاصرین اور مستقبل کے قارئین کے واسطے کتب کی صورت میں چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ علمی ورثہ کہلاتا ہے۔ یہ ورثہ جس قدر زیادہ ہوگا، اسی قدر کسی قوم کا علمی پس منظر مضبوط ہوگا۔ اسی پس منظر کو قوموں کا ثقافتی ماضی، حال اور مستقبل کہا جاتا ہے۔

اس ابتدائی گفتگو کے بعد میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ علم کی غایت اولین و آخرین انسانوں میں وہ لیاقت پیدا کرنا ہے جس کی مدد سے وہ اپنے خالق، کو پہچان سکیں اپنے ماضی کو سمجھ سکیں، اپنے حال کے تقاضوں کا ادراک کر سکیں اور ان تقاضوں کی تکمیل کے واسطے اپنی فکری قوتوں سے کام لیتے ہوئے نئی سے نئی راہیں تجویز کر سکیں جس سے فائدہ اٹھا کر ان کی معاصر دنیا اپنی ذمہ داریاں نبھا سکے۔ اسی فکری قوت کو وہ اپنی کتب میں محفوظ کرتے ہیں جسے ہم فکری و ثقافتی سرمایہ کہتے ہیں۔ لیکن یہ فکری سرمایہ صرف فتور ہوگا، اگر وہ بندوں میں اپنے رب کا شعور اجاگر نہیں کرتا۔

اسلام اپنا فکری سرچشمہ قرآن کو قرار دیتا ہے اور اسی پر تدبر کی دعوت دیتا ہے مگر ساتھ آیات کی طرف

خصوصی توجہ منعطف کراتا ہے۔ آیاتِ کتاب مبین تو قرآن کے اندر محفوظ کر دی گئیں اور آیاتِ فطرت کائنات کے اندر پھیلا دی گئیں۔ پھر دعوت دی گئی کہ ان نشانیوں پر دو طرح سے غور کرو۔ اول...... اس طرح کہ ان پر غور کرنے سے تمہیں وہ عقلی دلائل میسر آئیں گے جو تمہارے ایمان بالغیب کو حسّی بنیاد مہیا کریں گے۔ دوسرا...... اس طرح غور کرو کہ تم ان نوامیسِ فطرت کے پیچھے کارفرما سکیم کو سمجھ سکو اور علت و معلول کے اس نیٹ ورک کا ادراک حاصل کر سکو جس پر اس کائنات کے اندر رونما ہونے والے تغیرات کا انحصار ہے۔ یہ دوگونہ مطالعہ اسلام کا وہ فریضہ ہے جسے وہ مرد و زن پر یکساں طور پر عائد کرتا ہے۔

اسلام جامد بھی ہے اور متحرک بھی ہے۔ وہ اس طرح کہ اس کے اساسی عقائد جامد ہیں یعنی ان میں کوئی تغیر رونما نہیں ہوسکتا۔ عقیدۂ توحید اس کی وہ جامد بنیاد ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ اس کی ایک ہی توجیہ ہے اور اس کی کوئی تاویل کسی علم و منطق سے نہیں ہوسکتی۔ لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں تو اس سے ہماری مراد یہ نہیں ہوتی کہ اہلِ توحید جامد ہو جاتے ہیں بلکہ توحید کا عقیدہ اہلِ توحید کو اس طرح متحرک و انقلاب آفریں رکھتا ہے جس طرح اس سے حضور اکرم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے دنیا میں ایک نہایت ہی زوردار انقلاب برپا کیا تھا اور ثابت کر دیا تھا کہ عقیدہ توحید جامد ہونے کے باوجود اپنے پیروکاروں کو جامد نہیں بلکہ انقلاب آفریں بنا دیتا ہے۔ اس سے آگے بھی دیکھئے کہ اس عقیدہ کے متبعین گو کہ آج اپنے نبی ﷺ اور اپنے اسلاف کے انقلابی خصائص سے کافی حد تک بے بہرہ ہو گئے ہیں، مگر پھر بھی ان کی تبلیغِ توحید سے خود مغربی دنیا میں اسلام اپنی انقلابی شان ضرور دکھا رہا ہے اور شرک سے تائب ہو کر سینکڑوں انگریز اسلام کے دامنِ توحید میں آباد ہو رہے ہیں۔ یہ اس دور میں ہو رہا ہے جب کوئی بھی مسلمان حکومت سوائے سعودی عرب کے اشاعتِ اسلام کیلئے کوشاں نہیں ہے۔

عقیدہ توحید کے اس وصفی جمود کو توڑنے کیلئے ہر کوشش فتور میں داخل ہے۔ اسی طرح ذات الٰہیہ کے بارے میں قیاسات سے فتور جنم لیتا ہے۔ مثلاً اس کا ایک ''وجه كريم'' ہے۔ اس کا ہاتھ بھی ہے۔ اس کی ایک ساق بھی ہے۔ مگر ان میں سے کسی کی کوئی تاویل، فتور میں داخل ہے۔ یہ سب کچھ اسی طرح ہے۔ جو اس کی اعلیٰ شان کے لائق ہے اور بس۔ سجدہ اسی کو زیبا ہے۔ اس کی مزید کوئی تشریح فتور ہے۔ حلال و حرام کے فیصلے بھی اس نے کرائے ہیں۔ خنزیر، مردار، خون، غیر اللہ کے نام پر مقرر و مشہور جانور یا اشیاء اور استھانوں پر ذبیحہ کھانا حرام ہیں میں مگر حالتِ اضطرار کا استثناء دے دیا گیا ہے۔

لیکن اس اضطرار کو بیماری کی علت پر شراب پر منطبق کرنا فتور میں داخل ہے۔ اسی طرح سود حرام مطلق ہے، اسے کسی دلیل سے، کسی اجتہاد سے جائز ثابت کرنا فتور ہے۔ ہم نے اسلامی بینکنگ کے موضوع پر چھپنے والی ساری کتب اور ملفوظات وافکار کو اچھی طرح پڑھا ہے اور اسے سوائے فتور کے اور کچھ نہیں پایا ہے۔ شراکتِ کاروبار کو کھینچ تان کر بینکنگ پر منطبق کرنا رامور ہے۔ بینکنگ سوائے سود کے ممکن نہیں ہے اور اسلامی بینکنگ کی اصطلاح اسلامی سوشلزم کی اصطلاح کی طرح فتور۔ ازم (Ism) انگریزی اسم ہے جس کے معنی ہیں کوئی مذہبی، سیاسی یا سائنسی عقیدہ ہے۔ کمیونزم یا سوشلزم دونوں مذہبی عقیدے ہیں .وتمام مذہبی عقائد کی تردید کرتے ہیں چونکہ آسمانی مذاہب وجود باری تعالیٰ کی بنیاد اور تعلیمات پر برقرار ہیں اس لئے یہ دونوں نظریات وجود باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور باری تعالیٰ کے دین اسلام کو مسترد کر کے اپنا ایک ردی سا ضابطہ حیات انسانوں کو دیتے ہیں، اس لئے سوشلزم اسلامی کیسے ہوسکتا ہے۔ سو جس طرح سوشلزم اسلامی نہیں ہوسکتا اسی طرح بینکنگ کبھی اسلامی نہیں ہوسکتی ہے۔ چنانچہ ان دونوں عناوین پر لکھی جانے والی ساری کتب فتور کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ یہ کتب اور لٹریچر جس حسین پیرائے میں تیار ہورہا ہے اور جن جن بڑے ناموں سے شائع ہورہا ہے، اس کے حسن صوری اور مصنفین کے اسمائے گرامی کی ساری دھاک اور تقدس کے باوجود یہ ساری کاروائی فتور ہے۔ ربا کو تجارت سے کیا نسبت ہے؟ تفقہ فی الدین کا ملکہ فقیہان سلف میں اخلاف کی نسبت بہت زیادہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ سے زیادہ تو یہ ملکہ کسی کو حاصل نہ تھا۔ پھر آپؐ کے اصحابؓ نے یہ ملکہ آپؐ سے سیکھا۔ پھر یہ ورثہ تابعین، تبع تابعین، جامعین وآئمہ حدیث کو بتدریج منتقل ہوا مگر کسی کو اسلامی بینکنگ کا نظریہ نہ سوجھا حالانکہ ان اسلاف پاک باطن میں سے اکثر خود تاجر تھے۔ معاشیات کا مسئلہ انسانی زندگی کا جزو لاینفک ہے۔ اس سے اسلاف واخلاف کا براہِ راست تعلق رہا ہے اور ہے۔ اس لئے اسلام نے پوری شرح وبسط کے ساتھ اس شعبہ حیات میں اپنی تعلیمات دے رکھی ہیں۔ ان تعلیمات کی روشنی میں دیکھیں تو بینکنگ کی تمام شکلیں، اس ساری گرانی کا باعث ہیں جن سے اللہ کی مخلوق نالاں ہے۔ اس کی ایک ہی بنیاد ہے یعنی روپے پر منافع اور یہ اسلام میں مطلق حرام ہے۔

جدید زمانے میں مسلمانوں میں ہمیشہ ہی ایک تجدد پسند گروہ موجود رہا ہے جو اس غلط فہمی کا شکار رہا

ہے کہ اقوام مغرب کی مادی ترقی اور خوشحالی کا راز ان کی عورتوں کی آزادی، خود مختاری یا بے پردگی اور سودی کاروبار کے ذریعے ممکن ہوتی ہے لہٰذا اسی غلط فہمی کے تحت آج بھی ہمارا یہ طبقہ بینکنگ کی توسیع اور مستورات کی خود مختاری کیلئے ہلکان ہو رہا ہے مگر یہ طبقہ اتنا سطح بین ہے کہ اتنا بھی نہیں دیکھ سکا کہ اُن کی وہ ترقی جس سے وہ اتنے خیرہ ہو رہے ہیں اور جس کے حصول کیلئے وہ ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں، دراصل ان کی سائنسی ایجادات، محنت اور کاروباری دیانت کی عادات کی مرہون منت ہے جبکہ ہماری پسماندگی ہماری کم کوشی، بددیانتی اور کاروباری بدمعاملگی کی وجہ سے ہے۔ ہم ٹریکٹر تھریشر ایجاد کر لیتے، ہم بجلی دریافت کر لیتے۔ ہم ہوائی جہاز بنا لیتے اور ساتھ اپنی مستورات کو واقعی مستورات بنا کر حریم خانہ کی ملکہ بنا کر رکھتے تو ہمیں راہ ترقی سے کون جدا کر سکتا تھا؟ ہم اس وجہ سے پسماندہ نہیں رہ گئے تھے کہ ہم نے سود نہیں کھایا تھا اور یہ بھی نرا جھوٹ ہے۔ ہم نے سود کی ہر ممکنہ شکل اپنے اوپر کم از کم اس وقت سے تو روا رکھی ہے جب سے انگریزوں نے اس خطہ ارض میں اسے متعارف کرایا تھا۔ سود، سٹہ، سٹاک مارکیٹ میں کوئی میدان مسلمانوں نے اپنی شمولیت کے بغیر کہیں اور کبھی نہیں رہنے دیا ہے؟ پھر اس سے یہ سبق کیوں نہیں ملتا کہ اگر سود سے یا بینکنگ سے، یا حصص کی مارکیٹ سے ترقی کے سرچشمے پھوٹتے تو ہم رزق کے میدان میں بھوکے پیاسے اور عالمی گداگر نہ ہوتے۔ لہٰذا سود کی حلت، عورتوں کی آزادی وغیرہ پر جتنا لٹریچر چھپ رہا ہے، وہ سارا فتور ہے اور یہ فتور پیدا کرنے کیلئے اسلام پر جمود کا لیبل لگایا جا رہا ہے۔ اجتہاد کے نام پر واویلا کرنے والے اکثر لوگ پرلے درجے کے دین بیزار لوگ ہیں ان کی عام زندگی میں اسلام کا سرے سے کوئی دخل نہیں ہے اور وہ صرف اس لئے اجتہاد کا شور مچاتے ہیں کہ ان کی زندگی میں اسلام کی جتنی خلاف ورزی شامل ہے، اسے اجتہاد کے ذریعے اسی طرح مبدل بہ اسلام کر دیا جائے جس طرح ان کے کالے دھن کو ہر پانچ دس سال بعد سٹیٹ بنک سفید کر دیتا ہے۔ اس قسم کی تحاریر نے اسلام کی علمی دنیا میں ایک مستقل فتور پیدا کر رکھا ہے۔ لیکن اس سے بڑا فتور اس الزامی لٹریچر نے پیدا کر دیا جو مختلف مسالک کے علمبرداروں نے دوسرے مسالک و مذاہب کی تکفیر و تذلیل کیلئے لکھا ہے۔ اس الزامی لٹریچر نے اُس اسلامی وحدتِ فکر کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے جو عقیدۂ توحید پر قائم تھی۔ اس الزامی لٹریچر کے ذریعے اسلام کے ہر اس معاملہ کو متنازعہ بنا دیا گیا ہے جسے نبی کریم ﷺ طے کر گئے تھے۔ اس لٹریچر میں بیان کردہ روایات و حکایات اتنی کثیر ہیں کہ ان کی موجودگی میں کوئی بھی شخص کسی حتمی رائے پر نہیں پہنچ سکتا اور ان

الزام نگاروں اور جوابی الزام نگاروں نے اپنے اپنے موقف کو سچ ثابت کرنے کیلئے اپنے خواب تک برت ڈالے ہیں۔ اس لٹریچر سے اسلام کا ثقافتی و علمی ورثہ تو وسیع و کثیر ہونے سے رہا بلکہ الٹا یہ اثر پڑا ہے کہ جدید تعلیم یافتہ روشن دماغ مسلمان یہ سوچنے لگتا ہے کہ کیا یہی وہ روایات، حکایات اور خواب ہیں جو اسلام جیسے آسمانی و آفاقی وابدی دین کا ماضی ہیں۔ معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ اگر کوئی مسلمان، وضو کا طریقہ بتانے والی سب کتابوں کو دیکھ کر وضو کرنے لگے تو عمر بھر وضو نہ کر سکے گا۔ میں نے اس مسلمان کا ذکر کیا ہے جو مسلکی نیٹ ورک سے باہر ہے۔ شعرائے کرام نے بھی بڑا ظلم کیا ہے اور اسلام کے بنیادی عقائد و اعمال کو اپنے اوہام پر لگا کر کچھ سے کچھ کر دیا ہے ذرا فارسی شعر کا یہ مصرعہ ملاحظہ فرمائیے:

ع به مے سجادہ رنگین کن اگر پیر مغاں گوید

مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی شراب خانے کا ساقی تجھے کہے کہ اپنے مصلائے نماز کو شراب سرخ سے رنگ دے تو ایسا کر دو۔ یہ پروانہ حلت اس شراب خانہ خراب کو عطا ہو رہا ہے جو اسلام کے رب نے مطلقاً حرام ٹھہرائی ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ اگر شرابی نمازی بھی ہے تو اپنے اس مصلے کو بھی شراب سرخ میں ڈبو کر رنگین کر لے جس پر وہ نماز پڑھتا ہے۔ اس مصرعہ کو مجاز سے حقیقت میں بدلنا اور اسے رازِ معرفت قرار دینا ماہرین تصوف کا بڑا فن ہے۔ اسی قسم کے لٹریچر کو میں فتور کہتا ہوں۔ کیا کسی مرشد کی اطاعت یا تابعداری کا تصور شراب جیسی حرام مطلق شے کی حلت ہی سے ممکن ہے؟ ضیافت طبع کیلئے یہ مصرعہ بھی حاضر ہے:

ع حافظ بکنج میکدہ دارد قرار گاہ

ترجمہ: ''حافظ کا گوشہ عافیت، شراب خانے کا گوشہ ہے۔'' مسلمانوں میں اور بالخصوص پاکستانی مسلمانوں میں فکری انتشار پیدا کرنے کیلئے اقوام مغرب نے یہاں ڈالروں کے پجاریوں کا ایک ایسا طبقہ پیدا کر لیا ہے جو ان کے سرمائے سے این جی اوز چلاتا ہے۔ یہ گرانٹ بظاہر تو فلاحی کاموں پر خرچ کرنے کیلئے دی جاتی ہے لیکن اصل کام ان کے ذمہ یہ لگایا گیا ہے کہ شعائر اسلام کی پابندی کا احساس مٹا دیا جائے۔ یہ طبقہ جیسا کہ ہم نے کہا ہے، دین بے زار تو پہلے ہی تھا اور پر عیاشی کرنے کو ڈالر، پونڈ اور فرانک ملنے لگے تو ان کی عید ہو گئی۔ یہ ایسے پیسے سے ایسے ایسے بڑے سیمینار منعقد کرتے اور مباحثے کراتے ہیں اور شرکاء سکالرز کو جہازوں کے ٹکٹ دیتے اور فائیو سٹارز ہوٹلوں میں قیام طعام کراتے ہیں اور ان تقاریر کی اشاعت کراتے ہیں کہ ملک

میں آخری چٹان جو بے حیائی کی راہ روکتی ہے، وہ بھی لرز جاتی ہے۔ اسلامی شعائر سے ان اقوام مغرب کو کتنی کچھ کد ہے، اس کا اندازہ فرانس کی اس قانون سازی سے ہوسکتا ہے کہ جو اس نے مسلمان خواتین کو سر پر سکارف باندھنے سے روکنے کیلئے کی ہے۔ یہ اجرتی فکر، قومی فکر میں مستقل فتور اور انتشار برپا رکھتی ہے۔ پاکستان تو امریکہ کیلئے ضمیر فروشوں کی ایک منڈی ہے جہاں اسے اس جنس کو بیچنے والے راہوں پر کھڑے مل جاتے ہیں۔ شاید اسی لئے کسی امریکی اٹارنی نے ہماری اس عادت قبیحہ پر ایسی پھبتی کسی تھی جس کے اعادہ سے پاکستان کی قابل احترام ماؤں کے سر ندامت سے جھک جائیں گے۔

اسلام جامد نہیں ہے۔ اس کے دامن میں علامہ اقبال، الطاف حسین حالی اور عبدالحلیم شرر جیسے شعراء اور اہل قلم کی سنجیدہ و تابندہ فکری روایت بھی موجود ہے۔ مسلمان اہل قلم نے، جو کچھ لکھا، وہ اتنا وقیع تھا، کہ گورے اسے غنیمت میں اٹھا کر لے گئے اور اپنے کتب خانوں کی زینت بنا کر اپنی علمی برتری کی دھاک بٹھا دی۔ اسلام دماغوں پر پہرے نہیں بٹھاتا مگر اس فکر کو شیطانی کہتا ہے جو مسلمانوں کی اجتماعی فکر میں انتشار پیدا کرے۔ ہم ان اہل علم سے یہ ضرور پوچھنا چاہیں گے جو گزشتہ صدی کے نصف اول میں کمیونزم سے مسحور ہوئے اور لینن پرائز کے نام پر روسی مال کھانے والے شعراء کا کلام صحیفہ آسمانی سمجھ کر پڑھنے لگے، خود روس سے کمیونزم کا مردہ باہر پھینک دیئے جانے کے بعد، اب ان کی رائے کیا ہے؟ کیا ان اجرتی شعراء کی فکر، پہلے ان کے اپنے فتورِ عقل اور بعد میں قومی فکر میں سوائے فتور پیدا کرنے کے کسی کام آئی؟ مسلمان مفکرین کا ورثہ علمی بڑا وسیع ہے۔ اجتہاد اسلام میں ہمیشہ سے جاری ہے اور جاری رہے گا۔ اسلام پر جمود کا الزام نری علمی بددیانتی یا ان لوگوں کی جہالت ہے جنہوں نے اس کے علمی و ادبی ذخائر کو کبھی چھوا تک نہیں۔ اسلام اپنے قرآن میں آیات فطرت کا مطالعہ کرنے کی دعوت دیتا ہے اسی دعوت کا نام جغرافیائی اور سائنسی انکشافات کیلئے کام کرنا ہے۔ ہاں اگر کوئی شاہجہان عین اس وقت تاج محل تعمیر کراتا ہے جب یورپ کے بھاپ کی قوت سے چلنے والے بحری جہاز ہندوستان کی بندرگاہوں پر لنگر انداز ہو رہے تھے تو اس میں اسلام کا کیا قصور ہے؟ اپنی کم کوشی، عیش کوشی کا داغ دھونے کیلئے اسلام کے مقدس نام پر جمود کا الزام دھرنا بڑی زیادتی ہے۔ بہرحال اسلام ہر فکر کو قرآن، حدیث، اور سنت نبیؐ و اصحاب نبیؐ پر پیش کرتا ہے، جو اس کے مطابق ہو، اسے قبول کر لیتا ہے اور باقی کو فتور کہہ کر مسترد کر دیتا ہے۔